فقہی مذاہب کی فکری و تاریخی اساسیات

عرفان خالد ڈھلوں*

شریعتِ اسلامی ایک عظیم، تناور، پھلدار اور سایہ دار درخت کی مانند ہے اور اس کے فقہی مذاہب اس درخت کی شاخیں ہیں جو خوش رنگ و ذائقہ پھلوں اور سبز و گھنے پتوں سے لدی ہوئی ہیں۔ یہ درخت اپنے دامن میں پناہ لینے والوں کو شرعی احکام کی صورت میں رسیلے پھل اور خوشگوار سایہ فراہم کرتا ہے۔ یہ شاخیں درخت کی ہر سمت میں پھیلی ہوئی ہیں تاکہ کوئی شخص جدھر سے بھی آئے اس درخت کے پھل یعنی احکامِ شریعت سے مستفید ہو سکے۔ ایسا نہیں ہے کہ شریعتِ اسلامی کے درخت کی ایک ہی سمت میں ایک ہی شاخ ہو اور ہر جانب سے آنے والے کو لازمی طور پر اسی سمت سے درخت کا پھل حاصل کرنا پڑے۔

شریعتِ اسلامی پانی کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر حیاتِ انسانی کی دنیوی فلاح اور اخروی نجات ممکن نہیں ہے۔ فقہی مذاہب وہ راستے ہیں جو مختلف اطراف سے اس ذخیرہ تک آتے ہیں۔ ان رستوں پر چلتے ہوئے انسان اس ذخیرۂ آب تک رسائی اور اس سے خود کو سیراب کر سکتا ہے۔

شریعتِ اسلامی ایسا چشمہ ہے جو ہر دم ابلتا اور پھوٹتا رہتا ہے۔ فقہی مذاہب اس چشمۂ صافی سے نکلنے والی ندیاں ہیں جو مختلف سمتوں میں بہہ رہی ہیں۔ جو شخص ان ندیوں میں سے جس بھی ندی کا پانی پیتا ہے وہ دراصل اسی چشمہ کے پانی سے اپنی پیاس بجھاتا ہے۔

جس طرح ایک گھنے درخت کی چہار جانب پھیلی شاخیں مضبوطی سے اپنے تنے سے جڑی ہوتی ہیں اور جس طرح ایک چشمہ سے نکلنے والی ندیوں کا تعلق اپنے چشمہ سے ہمیشہ رہتا ہے، اسی طرح فقہی مذاہب اپنی شریعتِ اسلامی سے جڑے ہوئے ہیں۔

اس مقالہ میں سنّی فقہی مذاہب کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ اس مقالہ کا مقصد فقہی مذاہب کے ان تاریخی پہلوؤں کا مطالعہ کرنا اور انہیں اجاگر کرنا ہے جو انہیں فکری طور پر صدرِ اسلام سے جوڑے ہوئے ہیں۔ صاحبِ شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ صحابہ کرامؓ بانیانِ مذاہب کے بالواسطہ طور پر اساتذہ ہیں۔ ان بانیان نے جو فقہی اصول مرتب کیے اور فروع کے احکامِ شرعیہ دریافت کرنے میں جو رہنمائی کی اس کے پیچھے کسی نہ کسی صحابی کا منہج و اسلوب کارفرما ہے اور صحابہ کرامؓ نے یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔ ہر فقہی مذہب شریعتِ اسلامی کی تشریح ہے اور اس کی آبیاری کے سوتے تاریخی طور پر ایک ہی چشمۂ فیض سے جا ملتے ہیں۔

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئر نگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان۔

اسلام کو سیاسی سطوت و غلبہ ہو جانے کے بعد ریاستِ مدینہ کی جانب سے متعدد صحابہ کرامؓ مختلف علاقوں کی طرف مبعوث کیے گئے۔مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن بھیجا اور انہیں فرمایا: عَلِّمْهُمُ الشَّرَائِعَ وَاقْضِ بَيْنَهُمْ (۱) یعنی آپ اہلِ یمن کو احکام کی تعلیم دیں اور ان کے درمیان فیصلے کریں۔آپ کو نجران کی طرف بھی روانہ کیا گیا تھا۔(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو انہیں فرمایا تھا: يَسِّرَا وَ لَا تُعَسِّرَا وَ بَشِّرَا وَ لَا تُنَفِّرَا وَ تَطَاوَعَا (۳) یعنی تم دونوں لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا اور سختی نہ کرنا اور لوگوں کو خوشخبری دینا اور انہیں نفرت نہ دلانا اور ایک دوسرے کا کہا ماننا۔حضرت عمرو بن حزمؓ کو نجران روانہ کیا گیا تاکہ وہ وہاں جا کر لوگوں کو دین کی تعلیم دیں،اہلِ نجران کو سنّت کے احکام سکھائیں اور صدقات وصول کریں۔(۴) اسی طرح رسول ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو وفدِ نجران کے ہمراہ بھیجا تاکہ وہ اہلِ نجران کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کریں۔(۵)

رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد قرآن وسنّت کی تبلیغ اور اشاعتِ دین کی مساعی میں سعیٔ اوّل صحابہ کرامؓ کی تھی۔وہ قرآن وسنّت کا پیغام لے کر مدینہ سے اٹھے اور دنیا پر چھا گئے۔کہیں وہ بسلسلۂ جہاد لشکر کے ہمراہ گئے،کسی علاقے میں وہ سرکاری طور پر گورنر،عامل،قاضی یا معلّم کے طور پر تعینات کیے گئے،کہیں وہ تجارتی غرض سے گئے اور کچھ علاقوں کی طرف صحابہ کرامؓ نے نقل مکانی کر کے وہاں سکونت اختیار کر لی۔وہ جہاں بھی گئے وہاں ہر حال میں کتاب اللہ اور سنّت نبوی کی تعلیم،تبلیغِ دین اور انسانوں کی فقہی رہنمائی صحابہ کرامؓ کے پیشِ نظر رہی۔

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت (۱۳ھ تا ۲۴ھ) میں مدینہ ریاست کی حدود جزیرۃ العرب سے پھیل کر روم،فارس،عراق، مصر اور شام تک پہنچ گئی تھیں۔صحابہ کرامؓ بڑی تعداد میں تبلیغی اور جہادی مہمات پر مختلف علاقوں کی طرف گئے۔حضرت عمرؓ نے جلیل القدر صحابہؓ کو ان مہمات پر بھیجا۔انہوں نے اپنی تبلیغی و جہادی مساعی سے نہ صرف اسلامی سلطنت کی حدود کو وسعت دی بلکہ مفتوح علاقوں میں مثالی نظامِ عدل وانصاف قائم کیا۔مثلاً حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو امیرِ شام بنا کر بھیجا۔مصر آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔فاروقی خلافت نے آپ کو مصر کا حاکم بنایا۔(۶) حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو لشکرِ شام کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔(۷) حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو شہر کوفہ کا گورنر بنایا۔(۸) آپ نے فتحِ عراق کے بعد اہلِ کوفہ کی طرف حضرت عمار بن یاسرؓ کو امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معلّم اور وزیر بنا کر بھیجا۔(۹) حضرت عمرؓ نے حضرت عبیدہ بن عازب انصاریؓ اور حضرت قرظہ بن کعب انصاریؓ کو بھی کوفہ بھیجا۔(۱۰) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بھی عہدِ فاروقی میں گورنرِ کوفہ رہے تھے۔(۱۱) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا حاکم بنا کر روانہ کیا۔(۱۲) آپ کی درخواست پر حضرت عمرؓ نے انتیس صحابہ کرامؓ بصرہ روانہ کیے جن میں حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ شامل تھے۔(۱۳) جب مسلمانوں نے شام پر جہاد کا سلسلہ شروع کیا تو حضرت عبادہ بن صامتؓ شام روانہ ہو گئے تھے اور اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک وہیں رہے۔(۱۴) حضرت

معاذ بن جبلؓ بھی شام چلے گئے تھے۔(۱۵) حضرت عمرؓ نے حضرت ابودرداءؓ اور حضرت بلال بن رباحؓ وغیرہ کو بھی کتاب وسنّت کی تعلیم کے لیے ملکِ شام کی طرف روانہ کیا تھا۔(۱۶)

شہادتِ حضرت عمرؓ کے بعد مدینہ سے باہر جانے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ وہ جن علاقوں میں گئے وہاں انہوں نے تبلیغِ دین کا سلسلہ شروع کردیا۔ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جو احادیث انہیں یاد تھیں وہ دوسروں تک روایت کرتے۔ یہ حضرات اپنے علاقوں میں لوگوں کے لیے دینی امور میں مرجع وحید تھے۔ لوگ دینی تعلیم اور مسائل کے شرعی حل کے لیے صحابہؓ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بعض مقامات پر تابعین کو بھی صحابہؓ کی موجودگی میں فتویٰ دینے کا شرف حاصل تھا، لیکن عام طور پر صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہی تعلیم وافتاء کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھا۔

ان علاقوں میں صحابہ کرامؓ کے حلقاتِ دروس قائم تھے۔ جن علاقوں میں کبار فقہاء صحابہؓ تھے، وہ علاقے زیادہ مشہور ہوئے اور وہاں کے حلقاتِ دروس نے زیادہ شہرت پائی۔ یہ صرف درس وتدریس کے مدارس ہی نہیں بلکہ فقہی فکر کے مکاتب بھی تھے۔ ان فقہی مکاتب پر صحابہ کرامؓ کے فقہی مزاج ومنہج کا گہرا اثر پایا جاتا تھا۔ یوں مختلف علاقوں میں فقہ کے مختلف رنگوں کا غلبہ تھا۔ یہ تمام فقہی مراکز ایک ہی شجرِ سایہ دار کی مختلف شاخیں تھیں۔

امام مالکؒ رحمہ اللہ کا قول ہے:

"العلم شجرة اصلها بمكة و اغصانها بالمدينة و أوراقها بالعراق و ثمرتها بخراسان" (۱۷)

''علم ایک درخت کے مانند ہے جس کی بنیادیں مکہ میں، ٹہنیاں مدینہ میں، پتے عراق میں اور پھل خراسان میں ہیں۔''

مکہ میں حضرت ابن عباسؓ کا فقہی مدرسہ:

مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جائے ولادت، پہلی وحی کا مقامِ نزول اور بیت اللہ کا شہر ہے۔ کفارِ مکہ کے مظالم یہاں سے مسلمانوں کی ہجرت کا سبب بنے۔

مکہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیس سالہ نوجوان حضرت عتاب بن اسیدؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا اور ان کے ہمراہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو مکہ میں چھوڑا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔(۱۸) یوں مکہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے فقہ کی تعلیم وتدریس کا آغاز ہوا۔

حضرت ابن عباسؓ نے اپنی آخری عمر میں بیت اللہ شریف میں قرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ کی تعلیم دی۔ حضرت ابن عباسؓ صحابہ کرامؓ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کے شاگرد طاوسؒ (م-۱۰۶ھ) فرماتے ہیں: میں نے ستر اصحابِ رسولؐ کو دیکھا، جب وہ باہم کسی معاملہ میں بحث کرتے تو حضرت ابن عباسؓ کے قول کی طرف رجوع کرتے تھے۔(۱۹)

مکہ میں آپ کے شاگردوں کا ایک وسیع حلقہ بن گیا تھا۔ یہاں جو فقہی مدرسہ قائم ہوا وہ حضرت ابن عباسؓ کا مدرسہ

کہلاتا ہے۔(۲۰) اہلِ مکہ نے اکثر طور پر حضرت ابن عباسؓ کے فتاویٰ کا اتباع کیا ہے۔(۲۱) شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷٦ھ) کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے بہت سے مسائل میں اپنے سے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا اور مکہ میں آپ کے متبعین نے ان مسائل میں آپ کا اتباع کیا ہے۔(۲۲) اہلِ مکہ کا فقہی علم حضرت ابن عباسؓ اور آپ کے شاگردوں سے ہے۔

مدرسہ حضرت ابن عباسؓ کا پہلا طبقہ فقہاء:

حضرت ابن عباسؓ نے مکہ میں جس فقہی مدرسہ کی بنیاد رکھی وہ بہت پھلا پھولا۔ آپ کے متعدد شاگردوں نے شہرت پائی۔ آپ کے کبار تلامذہ میں ایک شاگرد عکرمہؒ (م ۱۰۷ھ) ہیں جو حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ عکرمہؒ تفسیر کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے خود بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر انہیں قرآن وحدیث کی تعلیم دیتے تھے۔(۲۳) حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہؒ سے فرمایا: انطلق فافت الناس (۲۴) یعنی جاؤ اور لوگوں کو فتوے دو۔ یوں حضرت عکرمہؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی اجازت سے آپ کی زندگی ہی میں فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔ عکرمہؒ کا بیان ہے: میں بازار میں چلتے ہوئے کسی آدمی سے کوئی بات سن لیتا ہوں تو اس سے بھی میرے علم کے پچاس دروازے کھل جاتے ہیں۔(۲۵) عکرمہؒ جب حدیث بیان کرتے تو لوگ آپ کے اندازِ بیان میں اتنا محو ہو جاتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔(۲٦)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ایک اور شاگرد عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) مکہ کے ممتاز مفتی تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی مکہ میں قرآن وسنت کی تعلیم وتدریس میں بسر کی۔ اہلِ مکہ کا فتویٰ عطاءؒ اور مجاہدؒ (م ۱۰۳ھ) کے زمانہ میں انہی دونوں کے پاس تھا اور اکثر حصہ عطاءؒ کے پاس تھا۔(۲۷) آپ کو دوسو اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کے بعد مسجدِ حرام میں فتویٰ کا حلقہ عطاءؒ کا قائم ہوا۔(۲۸) حضرت ابن عباسؓ اہلِ مکہ سے کہا کرتے تھے: تم میرے پاس مسائل پوچھنے کیوں آتے ہو؟ حالانکہ تمہارے درمیان عطاءؒ موجود ہیں۔(۲۹) حضرت ابن عمرؓ کا بھی ایک ایسا قول عطاءؒ کے بارے میں ہے۔(۳۰) عہدِ بنوامیہ میں یہ اعلان کیا جاتا تھا کہ ایامِ حج میں عطاءؒ کے سوا کسی کو فتویٰ دینے کی اجازت نہیں ہے۔(۳۱)

حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں میں مجاہد بن جبرؒ (م ۱۰۳ھ) بھی شامل ہیں۔ آپ مکہ کے عالمِ قرآن وتفسیر اور فقیہ تھے۔ آپ نے حضرت ابن عباسؓ سے قرآن، تفسیر اور فقہ سیکھے۔ مجاہدؒ نے حضرت ابن عباسؓ کو تین مرتبہ قرآن سنایا اور ان سے ہر آیت سے متعلق پوچھا کہ وہ کس بارے میں اور کیسے نازل ہوئی تھی۔(۳۲) قتادہ بن دعامہؒ (م ۱۱۷ھ) نے فرمایا تھا: باقی رہنے والوں میں قرآن کے سب سے بڑے عالم مجاہدؒ ہیں۔(۳۳) آپ کی زیادہ وجہ شہرت حضرت ابن عباسؓ کے تفسیری اقوال نقل کرنے میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فقہی مکتب سے استفادہ کرنے اور اس کی ترویج میں ان کے ایک شاگرد طاؤس بن کیسانؒ

(م۱۰٦ھ) بھی شامل ہیں۔ انہوں نے کئی صحابہؓ سے علم حاصل کیا۔ آپ نے پچاس صحابہؓ کی صحبت پائی۔ پھر آپ نے خود کو حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ لازم کر لیا۔ اسی لیے آپ کی اکثر روایات حضرت ابن عباسؓ سے ہیں۔(۳۴) علامہ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے لکھا ہے کہ جب لوگ کسی معاملہ میں سختی برتتے تو طاؤسؒ اس میں نرمی سے کام لیتے اور جب لوگ کسی معاملہ میں نرمی دکھاتے تو طاؤسؒ اس میں سختی اختیار کر لیتے تھے اور یہ علم کی وجہ سے تھا۔(۳۵)

عمرو بن دینارؒ (م۱۲٦ھ) بھی حضرت ابن عباسؓ کے ایک مشہور تلمیذ رشید تھے۔ آپ نے حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ عمرو بن دینارؒ تیس سال مکہ میں فتویٰ دیتے رہے تھے۔(۳٦)

مدرسہِ حضرت ابن عباسؓ کا دوسرا طبقہِ فقہاء

حضرت ابن عباسؓ کے فقہی مدرسہ کا علم آپ کے کبار و لائق تلامذہ عکرمہؒ، عطاءؒ، مجاہدؒ، طاؤسؒ اور عمرو بن دینارؒ وغیرہ سے دوسرے طبقہ کو منتقل ہوا۔ اس دوسرے طبقہ میں عبداللہ بن ابی نجیحؒ (م۱۳۱ھ) شامل ہیں۔ عطاءؒ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا فتویٰ نہیں دیتا تھا اور اگر عطاءؒ نہ ہوتے تو پھر عبداللہ بن ابی نجیحؒ فتویٰ دیتے تھے۔(۳۷) ایک قول یہ ہے کہ عمرو بن دینارؒ کے بعد عبداللہ بن ابی نجیحؒ اہلِ مکہ کے مفتی تھے۔(۳۸)

اسی طبقہ ثانیہ میں ایک اور فقیہ ابن جریجؒ (م۱۵۰ھ) ہیں۔ آپ کا پورا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہے۔ آپ کا قول ہے کہ وہ سترہ برس عطاءؒ کی صحبت میں رہے۔ ایک روایت میں یہ مدت بیس سال ہے۔ اس وقت عطاءؒ کے علم کو ابن جریجؒ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں تھا۔(۳۹)

مدرسہِ حضرت ابن عباسؓ کا تیسرا طبقہِ فقہاء

مکہ میں حضرت ابن عباسؓ کا فقہی سرمایہ ان کے علمی ورثاء و تلامذہ سے ہوتا ہوا تیسرے طبقہ تک پہنچا۔ اس طبقہ کے مشہور فقہاء میں سفیان بن عیینہؒ (م۱۹۸ھ) اور مسلم بن خالد زنجیؒ (م۱۸۰ھ) شامل ہیں۔

مدرسہِ حضرت ابن عباسؓ اور شافعی مذہب:

مکہ میں حضرت ابن عباسؓ کے مدرسہ سے فیض یافتہ تیسرے طبقہ کے فقہاء سفیان بن عیینہؒ اور مسلم بن خالد زنجی دونوں حضرات سے شافعی مذہب کے بانی امام محمد بن ادریس شافعیؒ (م۲۰۴ھ) نے علم حاصل کیا تھا۔(۴۰) امام شافعیؒ پندرہ برس اور ایک روایت کے مطابق بیس سال سے کم عمر کے تھے کہ آپ کے استاد زنجیؒ نے اجازت دے دی تھی کہ آپ لوگوں کو فتویٰ دیں۔(۴۱) سفیان بن عیینہؒ کے پاس جب تفسیر یا فتویٰ کی کوئی چیز آتی تو وہ اسے امام شافعیؒ کی طرف لوٹا دیتے اور فرماتے کہ امام شافعیؒ سے پوچھو۔(۴۲)

ابو اسحاق شیرازیؒ (م ٤٧٦ھ) نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فقہائے مکہ میں رکھا ہے۔(٤٣) امام شافعیؒ نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ مکہ میں گزارا تھا۔ آپ شام کے شہر غزہ میں پیدا ہوئے، مکہ میں پروان چڑھے اور مکہ و مدینہ سے علم حاصل کیا۔ آپ دو مرتبہ بغداد بھی گئے۔ آپ آخری مرتبہ ۱۹۸ھ میں بغداد آئے، ایک ماہ ٹھہرے اور وہاں سے مصر چلے گئے جہاں آپ کی وفات ہو گئی۔(٤٤)

حافظ ابن کثیرؒ (م ٧٧٤ھ) نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے جن سے فقہ کا علم حاصل کیا ان کا سلسلہ یہ ہے: شافعی عن مسلم بن خالد عن ابن جریج عن عطا اور عطاؒ نے حضرت ابن عباسؓ اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے اکتسابِ فقہ کیا جس میں حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ شامل ہیں اور ان صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فقہ سیکھا۔(٤٥)

امام شافعیؒ نے صرف مکہ کے فقہاء ہی سے علم حاصل نہیں کیا بلکہ آپ مدینہ گئے جہاں امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) سے حدیث پڑھی اور فقہ سیکھا۔ جب تک امام مالکؒ زندہ رہے، یعنی ۱۸۹ ہجری تک، امام شافعیؒ نے خود کو امام مالکؒ سے وابستہ کیے رکھا۔ امام شافعیؒ کا قول ہے: مالك معلّمي و عنه اخذت العلم (٤٦) یعنی امام مالکؒ میرے استاد ہیں اور میں نے ان سے اخذِ علم کیا ہے۔ امام شافعیؒ صاحبِ فراست تھے۔ اس بارے میں پوچھنے پر آپ نے فرمایا: اخذ تها من مالك (٤٧) یعنی میں نے اسے (فراست کو) امام مالکؒ سے حاصل کیا ہے۔ امام شافعیؒ نے دس برس کی عمر میں امام مالکؒ کی کتاب الموطا حفظ کر لی تھی۔(٤٨)

امام شافعیؒ نے کوفہ کے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے شاگرد امام محمد شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) سے بھی اکتسابِ علم کیا اور ان کی صحبت میں رہے۔(٤٩) اس طرح مکہ کے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، عراق کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور مدینہ کے حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا علم طبقہ بعد طبقہ امام شافعیؒ کے پاس منتقل ہوا۔

مدینہ میں حضرت زید بن ثابتؓ کا فقہی مدرسہ:

مدینہ شہر اسلامی ریاست کا مرکز تھا۔ کبار مہاجرین و انصار صحابہؓ کی اکثریت حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت تک مدینہ میں رہی۔ یہاں خلفائے راشدینؓ کے علاوہ متعدد صحابہ کرامؓ فقہی لحاظ سے مشہور تھے۔ مثلاً حضرت جابر بن عبداللہؓ اپنے زمانے میں مدینہ کے مفتی اور فقیہ تھے۔(٥٠) حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنی وفات تک مدینہ میں فتوی دیتی رہیں۔(٥١) حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت ابو واقد اللیثیؓ، حضرت عبداللہ بن بُحینۃ اور حضرت سلمہ بن اکوعؓ مدینہ میں امورِ افتاء سرانجام دیتے رہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بھی مفتیٔ مدینہ تھے۔(٥٣)

مدینہ کے فقہاء صحابہؓ میں سے حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ ان دونوں صحابہؓ کے تلامذہ بکثرت ہوئے۔ علامہ ذہبیؒ (م ٧٤٨ھ) نے لکھا ہے کہ اہلِ مدینہ کا علم حضرت زید بن ثابتؓ اور

حضرت ابن عمرؓ کے شاگردوں سے ہے۔(۵۴)ان دونوں میں حضرت زید بن ثابتؓ ممتاز مقام پر فائز ہیں۔آپ کو استنباطِ مسائل پر بہت قدرت حاصل تھی۔امام شعبیؒ (م۱۰۳ھ) کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حدیث میں جید تھے مگر فقہ میں جید نہیں تھے۔(۵۵)

مدینہ کا فقہی مدرسہ حضرت زید بن ثابتؓ سے منسوب ہے۔آپ مدینہ میں رأس التشریع تھے۔(۵۶)فہمِ قرآن و سنّت اور قضاء وفتویٰ پر آپ کو خداداد استعداد حاصل تھی۔آپ کی انہی صلاحیتوں کی بنا پر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور جب تک حضرت علیؓ مدینہ میں رہے، ان کے زمانوں میں اور اس کے بعد بھی اپنی وفات ۴۵ھ تک حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ میں قضاء، فتویٰ، قراءت اور فرائض کے رئیس شمار ہوتے تھے۔(۵۷) حضرت عمرؓ جب مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو حضرت زید بن ثابتؓ کو اپنا نائب بنا کر جاتے تھے۔حضرت عمرؓ دیگر صحابہؓ کو مختلف علاقوں کی طرف بھیج دیتے لیکن حضرت زید بن ثابتؓ کو مدینہ ہی میں رکھتے تھے۔(۵۸) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے عالم لوگوں کو مختلف شہروں میں منتشر کر دیا تھا اور انہیں اپنی رائے سے فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا لیکن حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ میں بیٹھ کر اہلِ مدینہ اور دوسرے علاقوں سے آنے والے لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔(۵۹)سلیمان بن یسارؒ (م۱۰۷ھ) سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں خلفائے راشدین کا یہ طرزِ عمل تھا کہ وہ فتویٰ، فرائض اور قراءت میں حضرت زید بن ثابتؓ پر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے۔(۶۰)

علامہ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور مدینہ میں جو صحابہؓ آپ کے بعد زندہ رہے، وہ سب حضرت زید بن ثابتؓ کے مذہب اور ان سے جو کچھ سیکھا، اس پر فتویٰ دیتے تھے۔(۶۱) مسروقؒ (م۶۳ھ) کہتے ہیں: میں مدینہ گیا اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں پوچھا تو حضرت زید بن ثابتؓ کو الراسخین فی العلم میں پایا(۶۲)۔حمید بن اسودؒ (م۱۰۰ھ) کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کے بعد لوگوں کے امام حضرت زید بن ثابتؓ اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے۔(۶۳)

مدرسہِ حضرت زید بن ثابتؓ کا پہلا طبقہِ فقہاء:

مدینہ کے فقہی مدرسہ کے سرخیل حضرت زید بن ثابتؓ سے بہت سے نامور تابعین نے علم حاصل کیا۔ان میں سب سے زیدہ مشہور سعید بن میسبؒ (م۹۴ھ) ہیں۔آپ حضرت زید بن ثابتؓ کے شاگردوں میں سے اور فقہائے مدینہ کی زبان تھے۔سعید بن میسب کو حضرت ابوہریرۃؓ کی احادیث اور حضرت عمرؓ کے فیصلے سب سے زیادہ یاد تھے۔(۶۴) آپ حضرت عمرؓ کے علم کی مشک اور آپ کے علم کے حامل تھے۔آپ کو راویٔ حضرت عمرؓ کہا جاتا تھا، کیونکہ آپ حضرت عمرؓ کے احکام اور فیصلوں کے سب سے بڑے حافظ تھے۔(۶۵)انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے علم حاصل کیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مجالس میں بیٹھے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے بھی

سنا۔(۶۶)

حافظ ابن قیمؒ (م ۷۵۱ھ) نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیبؒ تینوں خلفاء حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے فیصلوں کے سب سے بڑے عالم تھے۔(۶۷) سعیدؒ خود فرمایا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قضاء کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا(۶۸)۔ آپ نے قضا کا جتنا کام کیا یا جس علم سے فتویٰ دیا، اس کا اکثر حصہ حضرت زید بن ثابتؓ سے تھا۔(۶۹) سعیدؒ لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے حالانکہ اس وقت صحابہ کرامؓ بقید حیات تھے۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے بیان کیا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ لوگوں کو سعید بن میسّبؒ کے پاس بھیج کر ان سے حضرت عمرؓ کے قضایا و احکام معلوم کیا کرتے تھے۔(۷۰) نافعؒ (م ۱۱۷ھ) سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سعید بن مسیّبؒ کا ذکر کیا اور فرمایا: اللہ کی قسم! وہ مفتی ہیں۔(۷۱) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کسی مقدمہ کا فیصلہ اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک اس سے متعلق سعید بن مسیّبؒ سے پوچھ نہ لیتے تھے۔(۷۲) شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیّبؒ اور ان کے تلامذہ کے فقہی مذہب کی بنیاد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کے فتاویٰ و قضایا اور حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید کے فتاویٰ پر ہے۔(۷۳)

مدینہ کے ایک اور مشہور فقیہ قاسم بن محمدؒ (م ۱۰۸ھ) ہیں۔ آپ نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہؓ سے علم فقہ حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت عائشہؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافتوں میں اور اپنی وفات تک فتویٰ دیتی رہیں اور میں مستقل طور پر ان کے ساتھ رہا۔ اس کے علاوہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو کہ بحر تھے، ان کے پاس بیٹھا کرتا اور حضرت ابوہریرۃؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس بھی کثرت سے جایا کرتا تھا۔(۷۴)

فقہائے مدینہ میں ایک نام قبیصہ بن ذؤیبؒ (م ۸۷ھ) کا ہے۔ امام شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) کا کہنا ہے کہ قبیصہؒ حضرت زید بن ثابتؓ کے فیصلوں کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔(۷۵)

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارثؒ (م ۹۴ھ) فقیہ مدینہ اور کثیر الحدیث تھے۔ آپ کا نام نہیں تھا اور آپ کنیت ہی سے پکارے جاتے تھے۔ آپ نے بہت سے کبائر صحابہؓ سے روایت کیا، خاص طور پر حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کیا۔(۷۶)

فقہائے مدینہ میں عبیداللہ بن عبداللہ (م ۹۹ھ) کا نام بھی شامل ہے۔ آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بھائی تھے۔ آپ طویل عرصہ تک حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے وابستہ رہے۔(۷۷)

مدینہ کے ایک اور فقیہ عروہ بن الزبیرؒ (م ۹۴ھ) ہیں۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے فقہ کا علم حاصل کیا۔(۷۸) آپ نے اپنے والد حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ سے روایت کیا۔(۷۹)

خارجہ بن زید ثابتؒ (م۱۰۰ھ) بھی فقہائے مدینہ میں سے ہیں۔

مدینہ کے فقہاء میں ایک اور مشہور نام سلیمان بن یسارؒ (م۱۰۷ھ) کا ہے۔آپ فتویٰ دینے میں حضرت عمرؓ کے قول کی طرف جاتے تھے۔(۸۰) امام مالکؒ کے مطابق سعید بن مسیبؒ کے بعد سلیمان بن یسارؒ لوگوں کے عالم تھے اور سلیمانؒ کے اکثر فتوے سعید بن مسیّبؒ کے موافق ہوتے تھے۔(۸۱) سلیمان بن یسارؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کیا ہے۔(۸۲)

حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے سالم بن عبداللہ بن عمرؒ (م۱۰۷ھ) مدینہ کے نامور فقیہ تھے۔سعید بن مسیّبؒ کا قول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ سے مشابہ تھے اور سالمؒ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مشابہ تھے۔(۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مولیٰ نافعؒ (م۱۱۷ھ) بھی فقہائے مدینہ میں سے تھے۔آپ حضرت ابن عمرؓ کے راوی ہیں۔(۸۴) تابعین میں سے نافعؒ حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

مدینہ کے مندرجہ بالا فقہاء میں سے سات تاریخ میں ''فقہائے سبعہ'' کے نام سے مشہور ہیں، جو یہ ہیں: سعید بن مسیّبؒ، عروۃ بن الزبیرؒ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارثؒ، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ، خارجہ بن زیدؒ اور سلیمان بن یسارؒ۔بعض نے فقہائے سبعہ کی فہرست میں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارثؒ کے بجائے سالم بن عبداللہ بن عمرؒ کا ذکر کیا ہے۔(۸۵)

مدینہ کے ''فقہائے سبعہ'' علمی اعتبار سے صحابہ کرامؓ کے جانشین تھے۔ان کے بعد مدینہ میں فقہ انہی ''فقہائے سبعہ'' میں تھا۔جب ان کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو وہ سب اس میں غور وخوض کرتے تھے۔قاضی اس وقت تک فیصلہ نہیں کرتا تھا جب تک وہ مسئلہ ان کے سامنے نہیں لایا جاتا تھا، پھر وہ اس میں غور وخوض کرتے اور فتویٰ دیتے تھے۔(۸۶)

مدرسہ حضرت زید بن ثابتؓ کا دوسرا طبقہِ فقہاء

مندرجہ بالا طبقۂ تابعین نے مدینہ میں حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ سے حاصل کردہ علم اگلے طبقہ کو منتقل کیا جس میں ایک نمایاں نام یحییٰ بن سعیدؒ (م۱۴۳ھ) کا ہے۔آپ کا شمار ''فقہائے سبعہ'' کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔(۸۷)

تابعین فقہائے مدینہ سے اکتسابِ علم کرنے والوں میں ابن شہاب زہریؒ (م۱۲۳ھ) بھی شامل ہیں۔آپ کا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب تھا۔آپ جن تابعین کی صحبت میں رہے ان میں سعید بن مسیّبؒ، عروہ بن الزبیرؒ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؒ اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عبداللہؒ وغیرہ شامل ہیں۔امام مالکؒ (م۱۷۹ھ) نے فرمایا تھا کہ انہوں نے مدینہ میں ابن

شہاب زہریؒ کے سوا کسی کو فقیہ اور محدّث نہیں پایا۔(۸۸) اس سے زہریؒ کی علمی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تابعی عراک بن مالکؒ (م۱۰۱ھ) کا قول ہے: اہلِ مدینہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے قضایا کے سب سے بڑے عالم اور فقیہ سعید بن المسیبؒ تھے، عروہ بن الزبیرؒ مدینہ میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے اور اگر تم چاہو کہ عبید اللہ بن عبد اللہ سے علم کا سمندر پھٹ پڑے تو آپ سے نکل پڑے گا اور میرے نزدیک ان سب سے بڑے عالم ابن شہاب زہریؒ تھے، کیونکہ ان تمام کا علم ابن شہابؒ کے علم میں جمع ہو گیا تھا۔(۸۹)

مدینہ کے اصحابِ فتویٰ میں ایک اور نام ربیعہ الرأیؒ (م۱۳۶ھ) کا ہے۔ آپ کا پورا نام ربیعہ بن ابی عبد الرحمن فروخ ہے اور آپ تابعی تھے۔ آپ نے صحابہ کرامؓ میں سے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت سائب بن یزیدؓ کو پایا تھا۔ جب قاسم بن محمدؒ سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرماتے: سلوا الربیعة (۹۰) یعنی یہ مسئلہ ربیعہؒ سے پوچھو۔ امام مالکؒ نے فرمایا تھا: جب سے ربیعہؒ فوت ہوئے ہیں، فقہ کی حلاوت ختم ہو گئی ہے۔(۹۱)

عبد اللہ بن ذکوانؒ (م۱۳۰ھ) بھی فقیہ اہلِ مدینہ تھے۔ آپ کو حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے شرفِ ملاقات حاصل تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۴ھ) کے نزدیک آپ ربیعۃ الرأیؒ سے زیادہ عالم تھے۔(۹۲)

بُکَیر بن عبد اللہ بن الأشجؒ (م۱۲۷ھ) بھی فقیہ مدینہ تھے۔ کبار تابعین کے بعد مدینہ کے بڑے علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔(۹۳)

ابن ہرمزؒ (م۱۴۸ھ) کا بھی انہی علماء میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کا پورا نام ابوبکر عبد اللہ بن یزید بن ہرمز ہے۔ آپ فتویٰ دینے میں بہت محتاط تھے اور حفظ میں شدت اختیار کرتے تھے۔(۹۴)

مدرسہِ حضرت زید بن ثابتؓ وحضرت ابن عمرؓ اور مالکی مذہب:

مدینہ میں صحابہ کرامؓ کی علمی میراث متذکرہ بالا فقہاء سے منتقل ہوتی ہوئی امام مالک بن انسؒ (م۱۷۹ھ) تک پہنچی۔ آپ مالکی مذہب کے بانی تھے۔ امام مالکؒ مدینہ میں موجود صحابہ کرامؓ کے فقہی وارث بنے۔ آپ حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو امام قرار دیتے تھے۔ آپ کا قول ہے:

"کان امام الناس عند نا بعد عمرؓ زید بن ثابتؓ و کان امام الناس بعد زیدؓ ابن عمرؓ"(۹۵)

''ہمارے ہاں حضرت عمرؓ کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ لوگوں کے امام ہیں اور حضرت زید بن ثابتؓ کے بعد لوگوں کے امام حضرت ابن عمرؓ ہیں۔''

امام مالکؒ کے فقہ پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایات و آثار کا غلبہ ہے۔ خلیفہ ابوجعفر منصورؒ (م۱۵۸ھ) نے ایک مرتبہ امام مالکؒ سے پوچھا کہ انہوں نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت ابن عمرؓ کے اقوال کو کیونکر اختیار کیا ہے؟ امام مالکؒ نے جواب دیا:

"بقی یا امیر المومنین و کان له فضل عند النّاس و وجد نا من تقدّمنا اخذ به فأخذ ناه به"
''اے امیر المومنین! وہ زندہ رہے اور لوگوں کے نزدیک انہیں فضل حاصل تھا۔ ہم نے اپنے پیش روؤں کو دیکھا کہ وہ حضرات آپ سے اخذ کرتے تھے تو ہم نے بھی ان سے حاصل کیا۔''

اس پر منصورؒ نے کہا: پھر انہی کا قول اختیار کیجیے اگرچہ وہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خلاف ہو۔(۹۶)

ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ نے خلیفہ ابوجعفر منصورؒ کو یہ جواب دیا تھا:

" کان آخر من بقی عند نا من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاحتاج الیه النّاس فسألوه و تمسّکوا بقوله" (۹۷)
''وہ یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمارے ہاں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے آخری صحابی تھے۔ لوگ ان کے پاس اپنی ضرورتیں لے کر جاتے، ان سے پوچھتے اور ان کا قول اختیار کرتے تھے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک روز خلیفہ ابوجعفر منصورؒ نے امام مالکؒ سے کہا: اے ابوعبداللہ! ہمارے پاس بیٹھیں، اگرچہ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا قول ترک کیا ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا قول لیا ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا:

"لأنه آخر من مات من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم" (۹۸)
''اس لیے کہ حضرت ابنِ عمرؓ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے آخر میں (مدینہ میں) فوت ہونے والے صحابی تھے۔''

خلیفہ ہارون الرشیدؒ (م۱۹۳ھ) نے امام مالکؒ سے پوچھا: کیا وجہ ہے ہم آپ کی کتاب الموطا میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا ذکر نہیں پاتے؟ امام مالکؒ نے جواب دیا:

" لم یکونا ببلدی ولم ألق رجالهما"(۹۹)
''اس لیے کہ وہ دونوں میرے شہر میں نہیں تھے اور میں ان دونوں کے رجال یعنی ان سے روایت کرنے والوں سے بھی نہیں ملا۔''

حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے ذکر سے خلیفہ ہارون الرشیدؒ کی مراد ذکرِ کثیر ہے ورنہ الموطا میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں سے احادیث موجود ہیں۔(۱۰۰)

بقول مصری استاد ابوزہرہؒ: جہاں تک حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا مدینہ میں نہ ہونے کا تعلق ہے تو اگر اس سے دونوں کے آخری سالِ حیات مراد ہیں تو یہ بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کی خلافت عراق میں تھی اور وہ وہیں دفن ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا مدرسہ آخری سالوں میں مکہ میں تھا جہاں وہ درس دیتے تھے، خاص طور پر تفسیر قرآن میں۔ اسی لیے ان دونوں صحابہ کرامؓ سے روایت کرنے والے بھی انہی شہروں میں کثیر تعداد میں موجود تھے۔ حضرت علیؓ کی زندگی کا اکثر حصہ مدینہ میں گزرا۔ پہلے تینوں خلفاء کے ادوار میں حضرت علیؓ مدینہ ہی میں رہتے تھے۔ لہٰذا یہ بات معقول نہیں ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت کردہ ایسی احادیث نہ ہوں جن کو راویوں نے حضرت علیؓ سے مدینہ میں حاصل کیا ہو۔ لیکن

چونکہ ان لوگوں پر امویوں کا اثر غالب تھا، اس لیے انہوں نے از خود حضرت علیؓ سے کم روایت کیا ہو یا امویوں کی اذیت سے بچنے کے لیے ایسا کیا ہو جو حضرت علیؓ کے مآثر کے اخفاء میں کوششیں کرتے تھے۔(۱۰۱)

امام مالکؒ نے جن تابعین سے علم حاصل کیا ان میں ایک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مولی نافعؒ ہیں۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ وہ نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ کے پاس جایا کرتے تھے۔(۱۰۲) امام مالکؒ کو نافعؒ سے حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ جاننے کا اتنا شوق تھا کہ تیز دھوپ میں نافعؒ کا انتظار کرتے تا کہ ان سے حضرت ابن عمرؓ کے اقوال دریافت کریں۔(۱۰۳) محدثین نے نافعؒ سے امام مالکؒ کی روایت کو اصح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔ اس کی سند یوں ہے: مالك عن نافع عن ابن عمر۔(۱۰۴) نافعؒ کی زندگی ہی میں امام مالکؒ کا حلقہ قائم ہو گیا تھا۔(۱۰۵) امام مالکؒ نے نافعؒ کی زندگی میں فتویٰ دیا۔(۱۰٦)

امام مالکؒ کے اساتذہ میں ابن شہاب زہریؒ شامل ہیں۔(۱۰۷) آپ نے ربیعہؒ سے بھی فقہ حاصل کیا تھا۔(۱۰۸) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے کہا: ربیعہؒ کے پاس جاؤ اور ان سے علم حاصل کرنے سے قبل ادب سیکھو۔(۱۰۹) ربیعہؒ کے زمانہ میں امام مالکؒ کا حلقہ قائم ہو گیا تھا۔(۱۱۰) آپ نے ابن ہرمزؒ سے بھی فقہ اخذ کیا۔(۱۱۱) امام مالکؒ نے مدینہ کے مشہور ''فقہائے سبعہ'' سے بھی فقہ حاصل کیا تھا۔ مدینہ کا فقہ جس کی تدوین امام مالکؒ نے کی تھی، اس کی بنیاد زیادہ تر ''فقہائے سبعہ'' کے فتاویٰ پر ہے۔(۱۱۲) امام مالکؒ کو حضرت عمرؓ کے فیصلوں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور ان کے اصحاب اور فقہائے سبعہ کے اقوال سے سب سے زیادہ آگاہی تھی۔

معرفتِ حدیث و علل اور اختلافِ حدیث کے ماہر علامہ ابن المدینیؒ (م۲۳۴ھ) کا قول ہے: حضرت زید بن ثابتؓ سے گیارہ لوگوں نے علم اخذ کیا، پھر ان سب لوگوں کا علم ابن شہاب زہریؒ، بُکَیر بن عبداللہؒ اور ابوزنادؒ میں جمع ہو گیا، پھر ان تینوں کا علم مالک بن انسؒ میں جمع ہو گیا۔(۱۱۳) امام مالکؒ، سلیمان بن یسارؒ کے قول کی طرف اور سلیمان بن یسارؒ حضرت عمرؓ کے قول کی طرف جاتے تھے۔(۱۱۴)

صحابہ کرامؓ بالخصوص جو صحابہؓ مدینہ میں رہے مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ، ان کے قضایا، فتاویٰ اور آراء نے مالکی مذہب پر بہت اثرات مرتب کیے ہیں۔ مالکی فقہ کے بانی امام مالکؒ بالواسطہ طور پر ان صحابہؓ کے شاگرد ہیں۔ آپ صحابہ کرامؓ کی فکری اولاد میں سے تھے۔ ان کی فقہی فکر کا ایک اہم اظہار امام مالکؒ کا فقہی مذہب ہے۔

کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کا فقہی مدرسہ:

عراق حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہوا۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں صدرِ اسلام میں سب سے پہلے کثیر صحابہ کرامؓ جمع ہوئے۔ یہاں متعدد صحابہ کرامؓ قرآن وسنّت اور فقہ کی تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔ عراق میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ

بن مسعودؓ کے فیصلوں کو سب سے زیادہ شہرت ملی۔ اہلِ عراق کا علم حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں سے ہے۔(۱۱۵)

عراق کے دو شہر کوفہ اور بصرہ بھی علمی و فقہی اعتبار سے مشہور تھے۔ ان دونوں میں کوفہ نے زیادہ شہرت پائی۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) سے پوچھا: اے ابو سعید! علم وفقہ میں اہل بصرہ آگے ہیں یا اہل کوفہ؟ حسن بصریؒ نے فرمایا: حضرت عمرؓ اہل کوفہ سے ابتداء کرتے تھے اور کوفہ میں جتنے عرب اور ان کے گھر ہیں، بصرہ میں نہیں ہیں۔(۱۱۶)

کوفہ وہی شہر ہے جہاں مدینہ کے بعد سب سے پہلے خلافت منتقل ہوئی اور جو اسلامی ریاست کا دوسرا دارالحکومت بنا۔ کوفہ اپنے قیام کے روزِ اوّل ہی سے صحابہ کرامؓ کا مرکز رہا ہے۔ وہ کثیر تعداد میں یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ کوفہ میں تین سو صحابہؓ وہ آئے جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے اور ستر بدری صحابہؓ کی کوفہ میں آمد ہوئی (۱۱۷)۔ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کو لکھا:

يا اهل الكوفة ! انتم رأس العرب (۱۱۸) ''اے اہلِ کوفہ! تم عرب کی چوٹی ہو۔''

حضرت علیؓ نے کوفہ کے بارے میں فرمایا تھا:

"الكوفة جُمْجُمَة الإسلام و كنز الإيمان و سيف الله و رُمحه يضعه حيث يشاء" (۱۱۹)

''کوفہ اسلام کا سردار، ایمان کا خزانہ، اللہ کی تلوار اور اس کا نیزہ ہے جسے وہ جہاں چاہے رکھے۔''

حضرت علیؓ جب خلیفہ بنے (۳۵ھ) تو آپ نے ریاست کا دارالحکومت مدینہ سے کوفہ منتقل کر لیا۔ آپ کے اکثر فیصلے کوفہ ہی میں ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی کوفہ میں تھے۔ آپ کے فتاویٰ کوفہ ہی کے اردگرد رہے۔(۱۲۰) مسروقؒ (م ۶۳ھ) کا قول ہے: میں نے اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اِن چھ صحابہؓ پر ختم پایا: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابن مسعودؓ۔ پھر ان چھ صحابہؓ کا علم دو صحابہؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ پر ختم ہوتا تھا۔(۱۲۱) فقہاء صحابہ کرامؓ میں حضرت عمرؓ کی ذاتِ گرامی بھاری بھرکم ہے۔ دیگر فقہاء صحابہؓ آپ سے بہت متاثر تھے۔ شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) کا بیان ہے: حضرت عمرؓ جب کوئی بات کہتے اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بھی کوئی بات کہتے تو ان دونوں کا قول حضرت عمرؓ کے قول کے تابع ہوتا تھا۔(۱۲۲) مسروقؒ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنا قول حضرت عمرؓ کے قول کی خاطر چھوڑ دیتے تھے۔(۱۲۳) حضرت ابن مسعودؓ نے خود فرمایا تھا:

"لو سلك النّاس واد يا و شعبا و سلك عمر واد يا و شعبا لسلكت وادى عمر و شعبه" (۱۲۴)

''اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں چلیں اور حضرت عمرؓ ایک وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں حضرت عمرؓ والی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا۔''

کوفہ میں حضرت علیؓ سیاسی اور جنگی امور میں مصروف رہے۔ وہ یہاں علمی و فقہی مشاغل کے لیے وقت نہیں نکال سکتے تھے۔ کوفہ میں حضرت علیؓ کے بجائے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فقہی اثرات زیادہ تھے کیونکہ آپ کو حضرت علیؓ جیسی صورت حال کا سامنا نہیں تھا۔(۱۲۵) کوفہ کا فقہی مدرسہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منسوب ہے۔ اہل کوفہ نے اکثر طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ کا اتباع کیا ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو اہل کوفہ کی طرف معلم اور وزیر بنا کر

بھیجا تو حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا تھا:

"و قد آثر تکم بعبد اللّٰہ بن مسعود علی نفسی"(۱۲۶)

"اور میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہاری طرف بھیج کر تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔"

امام شعبیؒ نے فرمایا کہ وہ جن اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور علمی استفادہ کیا ان میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے زیادہ عالم، فقیہ اور دینی نفع پہنچانے والا کسی کو نہیں پایا۔(۱۲۷) شیخ کوفہ ابو وائل شفیقؒ (م۸۲ھ) نے فرمایا: وہ مختلف حلقوں میں بیٹھے جن میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے تھے مگر میں نے کسی کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کی تردید کرتے نہیں سنا۔(۱۲۸)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بطور فقیہ بلند مقام پایا ہے۔ آپ کو بعض اعتبارات سے دربارِ نبوی میں امتیاز حاصل تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ جب وہ یمن سے آئے تو انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ اور آپ کی والدہ محترمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کثرت سے جاتے اور آپ کے ساتھ رہتے دیکھا تو انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت گمان کیا۔(۱۲۹) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آپ کی قدر و منزلت کے معترف تھے۔ وہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے: تم مجھ سے نہ پوچھا کرو جب تک یہ علامہ تم میں موجود ہیں، یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔(۱۳۰)

مدرسہِ حضرت ابن مسعودؓ کا پہلا طبقہِ فقہاء:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فقہی مدرسہ سے جن لوگوں نے کسبِ علم کیا، انہوں نے آپ کی فقہی فکر آگے بڑھائی۔ آپ کے تلامذہ نے آپ سے اخذِ علم کیا اور لوگوں کو قرآن وسنّت کی تعلیم اور مختلف مسائل میں فتوے دیئے۔ آپ کے شاگردوں میں نامور اربابِ فقہ، عالم، قاری اور مفتی تھے۔

ان میں سے جو زیادہ مشہور ہوئے اور کوفہ میں فقہ حضرت ابن مسعودؓ کے جانشین بنے، ان میں ایک علقمہ بن قیسؒ (م۶۲ھ) ہیں۔ آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابودرداءؓ وغیرہ سے روایت کیا ہے۔(۱۳۱) لیکن آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی صحبت سے خاص ہو گئے اور ان کے ذہین تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے قرآن پڑھا تھا۔ آپ حضرت ابن مسعودؓ کی صحبت میں اس التزام سے رہے کہ لوگ حضرت ابن مسعودؓ کو طور وطریق اور عادات وفضائل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ اور آپ کو حضرت ابن مسعودؓ سے مشابہ قرار دیتے تھے۔(۱۳۲) بطور فقیہ آپ کی فضیلت ومقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔(۱۳۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رحلت کے بعد لوگوں نے علقمہؒ سے درخواست کی کہ وہ انہیں سنّت کی تعلیم دیں۔(۱۳۴) حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے بعد علقمہؒ ہی لوگوں کو امامت کراتے اور انہیں فتویٰ دیتے تھے۔(۱۳۵)

علقمہؒ کے بھتیجے اسود بن یزیدؒ (م۷۵ھ) کوفہ کے ممتاز مفتی تھے۔ وہ اپنے استاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علم فقہ اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ حضرت عمرؓ کے تفقہ فی الدین کو لازم سمجھتے تھے۔ علقمہؒ اپنے استاد حضرت ابن مسعودؓ کا فقہ لازم سمجھتے تھے، اس کے باوجود اسودؒ اور علقمہؒ کا آپس میں تعلق ایسا تھا کہ جب وہ ملتے تو کسی قسم کا اختلاف نہیں کرتے تھے۔ (۱۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قاری اور مفتی اصحاب میں سے ایک مسروق بن الأجدعؒ (م۶۳ھ) تھے۔ ابن المدینیؒ (م۲۳۴ھ) ان اصحاب سے کسی کو بھی مسروقؒ پر مقدم نہیں سمجھتے تھے (۱۳۷)۔ شعبیؒ نے فرمایا کرتے تھے کہ مسروقؒ قاضی شریحؒ (م۸۷ھ) سے زیادہ فتویٰ کا علم رکھتے تھے اور قاضی شریحؒ قضا کا علم زیادہ رکھتے تھے۔ وہ جب فیصلہ کرتے تو مسروقؒ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ (۱۳۸) ابووائل شقیقؒ (م۸۲ھ) روایت کرتے ہیں کہ مسروقؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ! میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی سنّت کے خلاف طریقہ پر نہیں مر رہا ہوں۔ (۱۳۹)

عبیدہ بن عمرو سلمانیؒ (م۷۲ھ) بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحابِ مفتیان میں سے تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اکتسابِ علم کیا۔ (۱۴۰)

عمرو بن شرحبیل بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ میں سے تھے۔

ایک اور بڑا نام قاضی شریح بن الحارثؒ (م۸۷ھ) کا ہے۔ آپ نے عہدِ رسالت پایا مگر دیدارِ نبوی سے محروم رہے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ شعبیؒ کا قول ہے کہ شریحؒ قضا کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ (۱۴۱) حضرت علیؓ نے قاضی شریحؒ کو فرمایا تھا: اذهب فانت أقضى العرب (۱۴۲) یعنی جاؤ تم عرب کے سب سے بڑے قاضی ہو۔ قاضی شریحؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قضا کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے۔ (۱۴۳)

مدرسہِ حضرت ابن مسعودؓ کا دوسرا طبقہِ فقہاء

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی وفقہی ورثہ آپ کے اصحاب علقمہؒ، اسودؒ، مسروقؒ، عبیدہؒ، عمرو بن شرحبیلؒ اور قاضی شریحؒ وغیرہ سے ہوکر اگلے طبقہ کو منتقل ہوا، جس میں ایک بڑا نام عامر بن شرحبیل شعبیؒ (م۱۰۳ھ) کا ہے۔ آپ کوفہ کے قاضی تھے۔ آپ کو پانچ سو صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔ (۱۴۴) حافظ ابن سیرینؒ (م۱۱۰ھ) نے کہا: میں کوفہ گیا تو وہاں شعبیؒ کا بڑا حلقہ تھا، جبکہ اس وقت صحابہ کرامؓ کثیر تعداد میں موجود تھے اور لوگ شعبیؒ سے فتویٰ لیتے تھے۔ (۱۴۵)

ابرہیم بن یزید نخعیؒ (م۹۵/۹۶ھ) نے جن لوگوں سے علم حاصل کیا ان میں علقمہؒ کا نام نمایاں ہے۔ (۱۴۶) آپ نے مسروقؒ سے بھی روایت کیا ہے۔ (۱۴۷) آپ بعض امہات المومنین کے پاس جاتے اور ان سے علمی استفادہ کرتے، آپ کو

حضرت عائشہؓ سے خاص طور پر بڑی عقیدت تھی البتہ آپ کا حضرت عائشہؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔(۱۴۸) ابراہیم نخعیؒ حضرت ابن مسعودؓ کے علم وفقہ سے اچھی طرح آگاہ تھے۔(۱۴۹) جب لوگ سعید بن جُبیرؒ سے کوئی مسئلہ پوچھتے تو آپ لوگوں سے کہتے: کیا تم مجھ سے فتویٰ پوچھتے ہو، جبکہ تم میں ابراہیم موجود ہیں۔(۱۵۰) ابراہیم نخعیؒ اور آپ کے شاگردوں کی یہ رائے تھی کہ فقہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں کا قول زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔(۱۵۱)

کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فقہی وراثت ابراہیم نخعیؒ تک پہنچنے کے بعد آپ کے شاگردوں کو منتقل ہوئی ان میں ایک اہم نام حماد بن ابی سلیمانؒ (م۱۲۰ھ) کا ہے۔ آپ علمِ فقہ، قیاس، مناظرہ اور رائے میں ابراہیم نخعیؒ کے سب سے زیادہ ممتاز، سمجھدار اور صاحبِ بصیرت شاگرد تھے۔(۱۵۲) آپ کو اپنے استاد کے مسائل سب سے زیادہ یاد تھے۔ ان مسائل کا مأخذ حدیث اور حضرت علیؓ وحضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ تھے۔ حمادؒ نے اگرچہ فقہ کو ترقی نہیں دی، لیکن آپ اپنے استاد ابراہیم نخعیؒ کے فقہ کے بہت بڑے حافظ تھے۔(۱۵۳) لوگ حلال وحرام کے مسائل حمادؒ سے حاصل کرتے تھے اور آپ نے یہ علم ابراہیم نخعیؒ سے لیا تھا۔(۱۵۴)

مدرسہِ حضرت ابن مسعودؓ اور حنفی مذہب:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمِ فقہ آپ کے شاگردوں کے توسط سے کوفہ کے فقیہ اور حنفی مذہب کے بانی امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ (م۱۵۰ھ) تک پہنچا۔ آپ حماد بن ابی سلیمانؒ کے تلمیذِ رشید تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: میں اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہا۔ آپ اپنے والدِ محترم کی وفات تک اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہے(۱۵۵) اور ان سے فقہ کا علم اخذ کیا۔ حمادؒ کی وفات کے بعد ان کی مسندِ فتویٰ پر امام ابوحنیفہؒ جلوہ افروز ہوئے۔(۱۵٦)

حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے کہا ہے کہ اہلِ کوفہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ ان دونوں کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ علقمہؒ تھے۔ علقمہؒ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ ابراہیم نخعیؒ تھے۔ ابراہیمؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ حمادؒ تھے اور حمادؒ کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ امام ابوحنیفہؒ تھے۔(۱۵۷) امام ابوحنیفہؒ، ابراہیم نخعیؒ اور ان کے ہم عصر علماء کے طریق کی زیادہ پابندی کرتے تھے اور ابراہیمؒ کے فقہی مذہب سے بہت کم علیحدہ ہوتے تھے۔(۱۵۸)

امام ابوحنیفہؒ کا علم حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے علوم کا جامع تھا۔ ان چاروں فقہاء صحابہ کرامؓ کا علم امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہنچا اور آپ نے اس سے استفادہ کیا تھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ ابوجعفر منصورؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا: نعمان! آپ نے علم کہاں سے سیکھا؟ آپ نے فرمایا:

''حضرت عمرؓ کے شاگردوں سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے، نیز حضرت علیؓ کے تلامذہ سے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے، نیز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اور حضرت

عبداللہ بن عباسؓ کے زمانہ میں اس سطح ارض پر آپ سے بڑھ کر عالم کوئی اور نہیں تھا۔'' (۱۵۹)

ایک اور روایت میں خلیفہ ابوجعفر منصورؒ کو امام ابوحنیفہؒ نے یہ جواب دیا کہ انہوں نے حمادؒ سے، انہوں نے ابراہیمؒ سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے علم حاصل کیا تھا۔ (۱۶۰)

امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت چاروں صحابہ کرامؓ یعنی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی فقہی میراث کی حامل تھی۔ خاص طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام ابوحنیفہؒ کے خاندانِ تعلیم کے مورثِ اوّل ہیں اور مذہب حنفی کی بنیاد زیادہ تر حضرت ابن مسعودؓ کی روایات اور استنباطات پر ہے۔ (۱۶۱) شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے لکھا ہے کہ فقہِ امام ابوحنیفہؒ کی اساس حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے فتاویٰ، حضرت علیؓ کے قضایا اور فتاویٰ اور کوفہ کے قاضیوں میں سے قاضی شریحؒ وغیرہ کے قضایا پر ہے۔ (۱۶۲)

بصرہ میں حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت انسؓ کا فقہی مدرسہ :

بصرہ میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرامؓ آباد تھے۔ یہاں زیادہ شہرت حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کو ملی۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا: ابوموسیٰ اشعریؓ کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا: میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابوموسیٰؓ بہت بڑے آدمی ہیں، لیکن انہیں میری یہ بات نہ بتانا۔ (۱۶۳) حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا امیر مقرر کیا تھا۔ آپ نے اہلِ بصرہ کو قرآن پڑھایا اور فقہ کی تعلیم دی۔ (۱۶۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ادب القضا کے ماہر تھے۔ آپ نے فرمایا: قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس وقت فیصلہ دے جب اس کے سامنے حق اس طرح واضح ہو جائے جیسے رات دن سے واضح ہوتی ہے۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ قول معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: ابوموسیٰؓ نے سچ کہا۔ (۱۶۵)

بصرہ میں صحابہ کرامؓ کا فقہی ورثہ تابعین کو منتقل ہوا۔ بصرہ کے چند ممتاز فقہاء تابعین یہ ہیں:

جابر بن زیدؒ (م ۹۳ھ) کی علمی و فقہی فضیلت کا اندازہ حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اہلِ بصرہ کو فرمایا: تم مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہو، حالانکہ تمہارے درمیان جابر بن زیدؒ موجود ہیں۔ (۱۶۶) جامع بصرہ میں جابر بن زیدؒ کا حلقہ درس قائم تھا جہاں وہ فتویٰ دیتے تھے۔ (۱۶۷)

مفتیٔ بصرہ جابر بن زیدؒ کے بعد حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) آئے۔ وہ لوگوں کو فتویٰ دیتے تھے۔ آپ کے بارے میں حضرت انسؓ نے فرمایا تھا: حسن سے پوچھو کیونکہ انہوں نے یاد رکھا اور ہم بھول گئے۔ (۱۶۸)

حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام ابن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) حدیث و فقہ کے عالم اور مفتیٔ بصرہ تھے۔

مسلم بن یسارؒ (م ۱۰۰ھ) بھی فقیہِ بصرہ تھے۔ آپ کی وفات پر حسن بصریؒ نے فرمایا تھا: وامعلّماہ (۱۶۹) یعنی ہائے افسوس اس معلم پر۔

شام میں حضرت معاذ بن جبلؓ کا فقہی مدرسہ:

ملکِ شام میں بھی کئی صحابہ کرامؓ کی آمد ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبادۃ بن صامتؓ اور حضرت ابو درداءؓ کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دینے کے لیے اہلِ شام کے پاس بھیجا تھا۔ (۱۷۰) حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ جو شخص فقہ سیکھنا چاہتا ہے وہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے۔ (۱۷۱)

ابو مسلم خولانیؒ (م ۶۲ھ) سے مروی ہے کہ وہ مسجدِ حمص شام گئے تو انہوں نے وہاں تقریباً تیس بزرگ صحابہؓ موجود پائے۔ ان میں ایک نوجوان ہے جس کی خوبصورت آنکھیں اور چمک دار دانت ہیں۔ وہ خاموش ہے اور کسی سے بات نہیں کرتا۔ جب کسی مسئلہ میں لوگوں کو شک ہوتا ہے تو وہ اس نوجوان سے پوچھ لیتے ہیں۔ ابو مسلم خولانیؒ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا: یہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ (۱-۱۷۱)

مدرسہِ حضرت معاذؓ کا پہلا طبقہِ فقہاء:

شام میں صحابہؓ کرام کی تربیت سے جو بلند مرتبہ فقہاء اور مفتی تابعین مشہور ہوئے ان میں ایک ابو ادریس خولانیؒ (م ۸۰ھ) ہیں۔ آپ شام کے فقیہ اور قاضیِ دمشق تھے۔ (۱۷۲)

ایک اور فقیہ عبد الرحمٰن بن غنم اشعریؒ (م ۷۸ھ) تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو ملکِ شام بھیجا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیں۔ (۱۷۳)

مکحول بن ابی مسلم شہرابؒ (م ۱۱۳ھ) بھی فقیہِ شام تھے۔ ان کا قول ہے: میں نے طلبِ علم میں ساری دنیا کا چکر لگایا ہے۔ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی رائے ہے کہ مکحولؒ نے ایسا بر سبیلِ مبالغہ کہا ہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ (۱۷۴) ابن شہاب زہریؒ کا قول ہے کہ علماء چار ہیں: مدینہ میں سعید بن مسیبؒ، کوفہ میں شعبیؒ، بصرہ میں حسنؒ اور شام میں مکحولؒ۔ (۱۷۵)

فقہائے شام کی فہرست میں ایک نمایاں نام حضرت عمر بن عبد العزیزؒ (م ۱۰۱ھ) کا ہے۔ میمون بن مہرانؒ (م ۱۱۶ھ) کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے علماء کی حیثیت تلامذہ جیسی تھی۔ (۱۷۶)

مدرسہِ حضرت معاذؓ اور اوزاعی مذہب:

شام میں فقہاء صحابہؓ اور تابعین کے بعد امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) فقہ کے آسمان پر ستارہ بن کر چمکے۔ آپ کا پورا نام ابو عمرو عبد الرحمٰن بن عمرو بن محمد اوزاعی تھا۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کا قول ہے کہ اوزاعیؒ امام تھے۔ (۱۷۷) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۴ھ) نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) اور امام اوزاعیؒ دونوں امام مالکؒ کے پاس آئے۔ جب دونوں

چلے گئے تو امام مالکؒ نے فرمایا: ان دونوں میں سے ایک علم میں دوسرے سے بڑھ کر ہے لیکن ایک امام بننے کے لائق نہیں ہے اور دوسرا (یعنی امام اوزاعیؒ) امام بننے کے لائق ہے۔(۱۷۸) امام اوزاعیؒ اپنے اکثر فقہی مسائل میں منفرد ہیں۔ آپ کا اپنا ایک مستقل فقہی مذہب تھا۔ فقہائے شام اور فقہائے اندلس ایک مدت تک مذہبِ امام اوزاعیؒ پر عمل پیرا رہے، پھر یہ مذہب ختم ہو گیا۔(۱۷۹)

مصر میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا فقہی مدرسہ:

مصر میں رأس التشریع حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تھے(۱۸۰) جو اپنے والد حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہمراہ مصر آ گئے تھے۔ آپ کے والد حضرت عمرو بن العاصؓ کو حضرت عمرؓ نے مصر کا گورنر بنایا تھا۔(۱۸۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فقہ میں بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا۔ مجاہد بن جبرؒ (م۱۰۳ھ) نے کہا تھا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس ایک صحیفہ دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا:

"هذه الصادقة فيها ما سمعت من رسول ﷺ ليس بيني و بينه فيها احد"(۱۸۲)

''یہ الصادقة ہے جس میں وہ احادیث لکھی ہوئی ہیں جو میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں اور میرے اور آپ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی اجازت مانگی تھی کہ وہ آپ سے جو احادیث سنیں انہیں لکھ لیا کریں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ان احادیث کو لکھ لیا جن کے مجموعہ کو الصادقة کا نام دیا۔(۱۸۳)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تھا: اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ حدیثیں نہیں جانتا تھا سوائے عبداللہ عمرو بن العاصؓ کے، کیونکہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔(۱۸۴)

مصر میں صحابہ کرامؓ سے اکتسابِ علم کرنے والے تابعین میں یزید بن ابی حبیبؒ (م۱۲۸ھ) شامل ہیں جو اپنے وقت کے مفتیٔ اہلِ مصر تھے۔ یزید بن حبیب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے حلال وحرام اور مسائل کا علم مصر میں پھیلایا۔ اس سے قبل لوگ فتن، ملاحم اور بھلائی میں ترغیب سے متعلق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول رہتے تھے۔(۱۸۵)

ابن ابی حبیبؒ کے شاگردوں میں لیثؒ (م۱۷۵ھ) کو بہت شہرت ملی۔ آپ کا پورا نام لیث بن سعد بن عبدالرحمن تھا۔ آپ مصر کے فقیہ اور قاضی تھے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر مالکؒ اور لیثؒ نہ ہوتے تو لوگ گمراہ ہو جاتے۔(۱۸۶)

لیثؒ کے بعد مصر کے فقہی افق پر نمودار ہونے والے آفتاب کا نام محمد بن ادریس شافعیؒ (م۲۰۴ھ) ہے۔ آپ شافعی

مذہب کے بانی تھے۔آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال مصر ہی میں گزارے تھے۔(۱۸۷)

حنبلی مذہب:

حنبلی مذہب کے بانی امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۴ھ) کا تعلق بغداد سے تھا۔آپ کے استاد امام شافعیؒ تھے۔(۱۸۸) آپ نے امام شافعیؒ سے فقہ سیکھا۔(۱۸۹) امام ابوداؤدؒ (م۲۷۵ھ) نے کہا ہے کہ انہوں نے امام احمد بن حنبلؒ کو امام شافعیؒ کے سوا کسی دوسرے کی طرف مائل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔امام احمد بن حنبلؒ نوعمری میں امام ابویوسفؒ (م۱۸۲ھ) کی مجلس میں جاتے تھے، پھر وہاں جانا چھوڑ دیا اور سماعِ حدیث میں متوجہ ہو گئے۔(۱۹۰) امام احمد بن حنبلؒ نے امام محمد شیبانیؒ (م۱۸۹ھ) کی کتب سے بھی استفادہ کیا۔امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ انہوں نے دقیق مسائل کہاں سے سیکھے؟ آپ نے فرمایا: محمد بن الحسنؒ کی کتابوں سے۔(۱۹۱) امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کے شاگرد تھے، پھر خود مجتہد ہو گئے۔(۱۹۲)

مندرجہ بالا مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کے فقہی مذاہب تاریخی اعتبار سے کسی نہ کسی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتے ہیں اور صحابہ کرامؓ نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذِ علم کیا۔

حنفی مذہب کے بانی امام ابوحنیفہؒ کا فقہی علم آپ کے اساتذہ حمادؒ، ابراہیم نخعیؒ اور علقمہؒ کی وساطت سے ہوتا ہوا صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

مالکی مذہب کے بانی امام مالکؒ کے فقہ کا انحصار مدینہ کے فقہائے سبعہ کے ذریعہ جن صحابہ کرامؓ کے آثار پر ہے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ شامل ہیں۔

شافعی مذہب کے بانی امام شافعیؒ کے اساتذہ امام مالکؒ، امام محمدؒ، امام زنجیؒ، امام ابن جریج، عطاؒ اور پھر وہ تمام صحابہ کرامؓ ہیں جو بالواسطہ طور پر امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ تھے۔

یہی حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع تابعین حنبلی مذہب کے بانی امام احمد بن حنبلؒ کے اساتذہ ہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔

یوں اسلام کے فقہی مذاہب ایک ہی سنگم پر جا ملتے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔یہ مذاہب شریعتِ اسلامی کے عظیم، تناور اور پھلدار درخت کی شاخوں کے مانند ہیں جو سب کی سب اسی درخت کے ایک ہی تنے سے خوراک اور قوت حاصل کرتی ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حاکم نیشاپوری، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ (م ۴۰۵ھ)، المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث وفی ذیلہ تلخیص المستدرک للإمام ابی عبداللہ محمد بن احمد ذہبی (م ۸۴۹ھ)، کتاب الأحکام ۴/ ۸۸، دارالکتاب العربی، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

۲۔ بن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن ہشام (م ۲۱۳ھ یا ۲۱۸ھ)، السیرۃ النبویۃ، ۲/ ۲۴۹، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ، مصر ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء

۳۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب امر الوالی اذاوجہ امیرین ۲/ ۱۰۶۳، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، طبع دوم ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱

۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۴/ ۲۴۱
۵۔ ایضاً، ۲/ ۲۳۳

۶۔ ابن سعد، ابی عبداللہ محمد بن سعد بن منیع بصری (م ۲۳۰ھ)، الطبقات الکبریٰ ۷/ ۴۹۳، دار صادر، بیروت ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء

۷۔ ایضاً، ۷/ ۳۸۴
۸۔ ایضاً، ۶/ ۱۲

۹۔ ایضاً ۳/ ۲۵۵، ۶/ ۷، ۴۶
۱۰۔ ایضاً، ۶/ ۱۷

۱۱۔ ایضاً، ۶/ ۲۰
۱۲۔ ایضاً، ۴/ ۱۰۹

۱۳۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ)، تاریخ الأمم والملوک، ۳/ ۲۰۷، دار الفکر ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء

۱۴۔ الطبقات الکبریٰ، ۷/ ۳۸۷
۱۵۔ ایضاً، ۷/ ۳۸۸-۳۸۹

۱۶۔ ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم حنبلی (م ۷۲۸ھ)، مجموع فتاویٰ شیخ الإسلام احمد بن تیمیۃ، جمع وترتیب عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم وابنہ محمد، ۲۰/ ۳۱۲، مطبع بأمر ولی العہد المعظم فہد بن عبدالعزیز آل سعود، طبع اوّل ۱۳۹۸ھ

۱۷۔ عیاض، ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض (م ۵۴۴ھ)، ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذہب مالک، تحقیق الدکتور احمد بکیر محمود، ۱/ ۱۸۶، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت + دار مکتبۃ الفکر، طرابلس لیبیا، سال اشاعت ندارد

۱۸۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۴/ ۸۳، ۱۴۳۔ المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/ ۲۷۰

۱۹۔ الطبقات الکبریٰ، ۲/ ۳۶۷

۲۰۔ خلاف، عبدالوہاب، خلاصۃ تاریخ التشریع الإسلامی، ص ۴۹، دار القلم، کویت، ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء

۲۱۔ ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد بن سعید اندلسی ظاہری (م ۴۵۶ھ)، الإحکام فی اصول الأحکام، تحقیق احمد محمد شاکر، ضیاء، ۲/ ۱۲۸، السنۃ ادارۃ الترجمۃ والتالیف، فیصل آباد پاکستان، طبع اوّل ۱۴۰۴ھ

۲۲۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم (م ۱۱۷۶ھ)، حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/ ۳۲، دار التراث، قاہرۃ، ۱۳۵۵ھ

۲۳۔ الطبقات الکبریٰ، ۵/ ۲۸۷۔ ابن جوزی، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی (م ۵۹۷ھ)، صفۃ الصفوۃ ۲/ ۶۰، دار الفکر، بیروت، طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء

۲۴۔ شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شافعی (م ۴۷۶ھ)، طبقات الفقہاء، تحقیق د۔ احسان عباس، ص ۷۰، دار الرائد العربی، بیروت لبنان، طبع دوم ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء

۲۵۔ الطبقات الکبریٰ ۲۸۸/۵۔ ذہبی، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان قایماز (م ۷۴۸ھ)، تذکرۃ الحفاظ، ۹٦/۱، دار الفکر العربی+ Dairatul-Maaraf-Osmania,Hyderabad-DN.,India1956

۲٦۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۹۰/۵ ۲۷۔ حوالہ بالا ۲۷۰/۵ ۲۸۔ صفۃ الصفوۃ ۱۲۵/۲

۲۹۔ ذہبی، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان قایماز (م ۷۴۸ھ)، سیر اعلام النبلاء، ۸۱/۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع اوّل، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء ۳۰۔ صفۃ الصفوۃ ۱۲٦/۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۸۵/۱

۳۱۔ ابن کثیر، ابوالفداء، عماد الدین اسماعیل بن عمر دمشقی (م ۷۷۴ھ)، البدایۃ والنہایۃ، ۳۰٦/۹، المکتبۃ القدوسیۃ، اردو بازار، لاہور پاکستان، طبع اوّل ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء ۳۲۔ صفۃ الصفوۃ ۱۲۳/۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۴۵۰/۴

۳۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۴۵۴/۴ ۳۴۔ صفۃ الصفوۃ ۱۷۳/۲ ۳۵۔ سیر اعلام النبلاء، ۴۳/۵

۳٦۔ ایضاً، ۳۰۱/۵ ۳۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۸۲/۵ ۳۸۔ ایضاً، ۱۲۵/٦

۳۹۔ ایضاً، ۳۳۱/٦ ۴۰۔ طبقات الفقہاء، ص ۷۱

۴۱۔ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد قرطبی (م ۴٦۳ھ)، الإنتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء مالک والشافعی وابی حنیفۃ وذکر عیون من اخبارھم واخبار اصحابھم للتعریف بجلالۃ اقدارھم، ص ۱۷، مکتبۃ القدسی، قاہرۃ ۱۳۵۰ھ۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۵/۱۰، ۱٦۔ صفۃ الصفوۃ، ۱۴۸/۲ ۴۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۷/۱۰ ۴۳۔ طبقات الفقہاء، ص ۷۱

۴۴۔ خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی (م ۴٦۳ھ)، تاریخ بغداد، ۵٦/۲، المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورۃ، سال اشاعت ندارد۔ الإنتقاء، ص ٦۷

۴۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ۲۵۲/۱۰ ۴٦۔ الإنتقاء، ص ۲۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۵۷/۸ ۴۷۔ ترتیب المدارک، ۲۳۲/۱

۴۸۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۱/۱۰ ۴۹۔ ایضاً، ۷/۱۰ ۵۰۔ تذکرۃ الحفاظ، ۴۳/۱

۵۱۔ الطبقات الکبریٰ، ۳۷۵/۲ ۵۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۱٦۸/۳ ۵۴۔ ایضاً، ۲۱/۱

۵۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۳۷۳/۲ ۵٦۔ خلاصۃ تاریخ التشریع الإسلامی، ص ۴۹ ۵۷۔ الطبقات الکبریٰ، ۳٦۰/۲

۵۸۔ ایضاً، ۳۵۹/۲ ۵۹۔ ایضاً، ۳٦۱/۲ ٦۰۔ ایضاً، ۳۵۹/۲

٦۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۱/۱ ٦۲۔ الطبقات الکبریٰ، ۳٦۰/۲

٦۳۔ ابن فرحون، ابوالوفاء قاضی ابراہیم بن محمد بن ابی القاسم مالکی (م ۷۹۹ھ)، الدیباج المذھب فی معرفۃ اعیان علماء المذھب، تحقیق مامون بن محی الدین الجنان، ص ۵۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۷ھ/۱۹۹٦ء

٦۴۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱۴۴/۱ ٦۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۲۱/۵ ٦٦۔ طبقات الفقہاء، ص ۵۷

٦۷۔ ابن قیم، شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر الجوزیہ دمشقی حنبلی (م ۷۵۱ھ)، اعلام المؤقعین عن رب العالمین، ۲۲/۱، دار الجیل للنشر والتوزیع والطباعۃ، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد

٦۸۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۳۹/۲، ۱۲۰/۵۔ صفۃ الصفوۃ ۴۵/۲ ٦۹۔ الطبقات الکبریٰ، ۳٦۰/۲

۷۰۔ البدایۃ والنہایۃ، ۱۰۰/۹ ۷۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۲۲/۴ ۷۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۲۴/۴-۲۲۵

۷۳۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم (م ۱۱۷٦ھ)، الإنصاف فی بیان سبب الإختلاف، ص ۱۳، ۱٦، ہیئۃ الأوقاف حکومت پنجاب لاہور، طبع اوّل ۱۹۷۱ء ۷۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۵۵/۵

٧٥۔ طبقات الفقہاء، ص٦٢۔ تذکرۃ الحفاظ، ١/ ٢٦٠ ٧٦۔ سیر اعلام النبلاء، ٤/ ٤١٦ ٧٧۔ ایضاً، ٤/ ٤٧٥
٧٨۔ اعلام المؤقعین، ١/ ٢٢ ٧٩۔ الطبقات الکبریٰ، ٥/ ١٧٩۔ صفۃ الصفوۃ، ٢/ ٤٨
٨٠۔ الدیباج المذھب، ص ٢٣٨ ٨١۔ سیر اعلام النبلاء، ٤/ ٤٤٦
٨٢۔ الطبقات الکبریٰ، ٥/ ١٥٧۔ سیر اعلام النبلاء، ٤/ ٤٤٤۔ صفۃ الصفوۃ، ٢/ ٤٦
٨٣۔ سیر اعلام النبلاء، ٤/ ٤٥٩ ٨٤۔ ایضاً، ٥/ ٩٥
٨٥۔ طبقات الفقہاء، ص ٦١۔ سیر اعلام النبلاء، ٤/ ٤٦١ ٨٦۔ سیر اعلام النبلاء، ٤/ ٤٦١
٨٧۔ ایضاً، ٥/ ٤٦٨ ٨٨۔ الطبقات الکبریٰ، ٢/ ٣٨٨۔ صفۃ الصفوۃ، ٢/ ٨٠
٨٩۔ صفۃ الصفوۃ، ٢/ ٨٠ ٩٠۔ ایضاً، ٢/ ٨٨
٩١۔ سیر اعلام النبلاء، ٦/ ٩١۔ صفۃ الصفوۃ، ٢/ ٨٩ ٩٢۔ سیر اعلام النبلاء، ٥/ ٤٤٦
٩٣۔ ایضاً، ٦/ ١٧١ ٩٤۔ ایضاً، ٦/ ٣٧٩
٩٥۔ الاستیعاب، ٤/ ٤٤۔ سیر اعلام النبلاء، ٢/ ٤٣٦ ٩٦۔ الطبقات الکبریٰ، ٤/ ١٤٧
٩٧۔ سیر اعلام النبلاء، ٨/ ١١٢ ٩٨۔ ترتیب المدارک، ١/ ٢١٢
٩٩۔ زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف (م١١٢٢ھ)، شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک، ١/ ٨، دارالفکر، سال اشاعت ندارد
١٠٠۔ ایضاً، ١/ ٨ ١٠١۔ ابوزہرہ، محمد، مالک، حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ ص٥٩، دارالفکر العربی، قاہرہ، طبع دوم ١٩٥٢ء
١٠٢۔ ترتیب المدارک، ١/ ١٢٠ ١٠٣۔ الدیباج المذھب، ص٦٣ ١٠٤۔ ایضاً ص ٦٦
١٠٥۔ سیر اعلام النبلاء، ٨/ ٤٧ ١٠٦۔ ترتیب المدارک، ١/ ١٢٥ ١٠٧۔ ایضاً، ١/ ١٢٠
١٠٨۔ طبقات الفقہاء، ص ٦٥۔ سیر اعلام النبلاء، ٦/ ٩١ ١٠٩۔ ترتیب المدارک، ١/ ١١٩ ١١٠۔ سیر اعلام النبلاء، ٨/ ٧٧
١١١۔ طبقات الفقہاء، ص ٦٢ ١١٢۔ شبلی نعمانی (م١٣٣٢ھ)، سیرت النعمان، ص ٥٥، انجمن حمایت اسلام، لاہور، ١٩٦١ء
١١٣۔ ترتیب المدارک، ١/ ٨٧ ١١٤۔ الدیباج المذھب، ص ٢٣٨ ١١٥۔ اعلام المؤقعین، ١/ ٢١
١١٦۔ الطبقات الکبریٰ، ٦/ ١١ ١١٧۔ ایضاً، ٦/ ٩ ١١٨۔ ایضاً، ٦/ ٧
١١٩۔ ایضاً، ٦/ ٦ ١٢٠۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ١/ ١٣٢
١٢١۔ ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری شافعی (م٦٤٣ھ)، علوم الحدیث المشھور بہ مقدمۃ ابن الصلاح، تحقیق نورالدین عتر، ص ٢٦٧، المکتبۃ العلمیۃ، مدینۃ منورۃ، ١٩٧٢ء۔ اعلام المؤقعین، ١/ ١٦ ١٢٢۔ الطبقات الکبریٰ، ٢/ ٣٥١
١٢٣۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ٦/ ٦٧ ١٢٤۔ اعلام المؤقعین، ١/ ٢٠
١٢٥۔ احمد امین، فجر الاسلام، ص١٨٤، دارالکتاب العربی، بیروت لبنان، طبع دوم ١٩٦٩ء
١٢٦۔ الطبقات الکبریٰ، ٦/ ٨ ١٢٧۔ ایضاً، ٦/ ١١ ١٢٨۔ ایضاً، ٢/ ٣٤٤
١٢٩۔ مسلم بن الحجاج، ابوالحسین قشیری (م٢٦١ھ)، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہؓ، باب من فضائل عبداللہ بن مسعودؓ وامہ، ٤/ ١٩١١، دار احیاء الکتب العربیۃ، عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ + دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد
١٣٠۔ الطبقات الکبریٰ، ٢/ ٣٤٣
١٣١۔ الطبقات الکبریٰ، ٦/ ١٠، ١١۔ طبقات الفقہاء، ص٤٤۔ تاریخ بغداد، ١٣/ ٢٣٣؛ اعلام المؤقعین ١/ ٢٥۔ سیر اعلام النبلاء، ٤/ ٥٦-٥٧

۱۳۲۔ الطبقات الکبری ۶/۸۶ ۱۳۳۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۵۹۔صفۃ الصفوۃ ۳/۱۴ ۱۳۴۔ الطبقات الکبریٰ ۶/۸۹

۱۳۵۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۵۴ ۱۳۶۔ الطبقات الکبریٰ، ۶/۷۳

۱۳۷۔ صفۃ الصفوۃ، ۳/۱۴۔تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۲

۱۳۸۔ الطبقات الکبریٰ، ۶/۸۲۔سیر اعلام النبلاء، ۴/۶۵ ۱۳۹۔ الطبقات الکبریٰ، ۶/۸۳

۱۴۰۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۴۰ ۱۴۱۔ ایضاً، ۴/۱۰۲ ۱۴۲۔ ایضاً، ۴/۱۰۲

۱۴۳۔ ایضاً، ۴/۱۰۳ ۱۴۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۲۹۸۔صفۃ الصفوۃ، ۳/۱۳۳۷.

۱۴۵۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۳۰۰ ۱۴۶۔ ایضاً، ۴/۵۲۰ ۱۴۷۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۲

۱۴۸۔ الطبقات الکبریٰ، ۶/۲۷۱ ۱۴۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۵۲۱ ۱۵۰۔ ایضاً، ۴/۵۲۳

۱۵۱۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/۱۴۴ ۱۵۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۲۳۱، ۲۳۴ ۱۵۳۔ سیرت النعمان، ص ۲۴۹

۱۵۴۔ الطبقات الکبریٰ، ۶/۳۳۲ ۱۵۵۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۳

۱۵۶۔ صمیری، ابوعبداللہ حسین بن علی (م ۴۳۶ھ)، اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۷، مکتبہ حنفیہ، اردو بازار گوجرانوالہ، پاکستان + مکتبہ عزیزیہ، عنایت پور ڈاکخانہ جلالپور پیروالا تحصیل شجاع آباد، ضلع ملتان، پاکستان

۱۵۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۲۳۶ ۱۵۸۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/۱۴۶ ۱۵۹۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۴

۱۶۰۔ ایضاً، ۱۳/۳۳۴۔اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۵۹ ۱۶۱۔ سیرت النعمان، ص ۱۹۴

۱۶۲۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص ۱۳ ۱۶۳۔ الطبقات الکبریٰ، ۴/۱۰۸

۱۶۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۲/۳۸۳ ۱۶۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۴/۱۱۳ ۱۶۶۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۴۸۲

۱۶۷۔ ایضاً، ۴/۴۸۲ ۱۶۸۔ ایضاً، ۴/۵۷۳ ۱۶۹۔ ایضاً، ۴/۵۱۳

۱۷۰۔ ایضاً، ۲/۳۴۴ ۱۷۱۔ ایضاً، ۱/۴۵۲ ۱۷۱۔ا۔ الطبقات الکبریٰ، ۷/۳۸۸ ومابعد

۱۷۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۲۷۲۔تذکرۃ الحفاظ، ۱/۵۶ ۱۷۳۔ الطبقات الکبریٰ، ۷/۴۴۱

۱۷۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۱۵۸ ۱۷۵۔ ایضاً، ۵/۱۵۸ ۱۷۶۔ ایضاً، ۵/۱۲۰

۱۷۷۔ ایضاً، ۷/۱۱۲ ۱۷۸۔ ایضاً، ۷/۱۱۲ ۱۷۹۔ ایضاً، ۷/۱۱۷

۱۸۰۔ خلاصۃ تاریخ التشریع الاسلامی، ص ۴۹ ۱۸۱۔ الطبقات الکبریٰ، ۷/۳۹۳

۱۸۲۔ ایضاً، ۲/۳۷۳ ۱۸۳۔ ایضاً، ۴/۲۶۲ ۱۸۴۔ البدایۃ والنہایۃ، ۸/۱۰۶

۱۸۵۔ سیر اعلام النبلاء، ۲/۳۶ ۱۸۶۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۷ ۱۸۷۔ ایضاً، ۲/۵۶

۱۸۸۔ ایضاً، ۲/۶۶ ۱۸۹۔ البدایۃ والنہایۃ، ۱۰/۳۲۶ ۱۹۰۔ تاریخ بغداد، ۲/۶۶

۱۹۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۹/۱۳۶ ۱۹۲۔ تاریخ التشریع الاسلامی، ص ۲۲۲